50

تقریر و تحریر میں مہارت پیدا کریں

فرمودہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۴ء

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کرتے ہوئے ایک قانون مقرر کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر ایک کام کے لئے ذرائع تجویز فرمائے ہیں۔ گویا تمام کاموں کی مثال ایک گاؤں یا ایک مکان کی سی ہے کہ جن تک رسائی ان سڑکوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جو وہاں پہنچنے کے لئے مقرر ہوں۔ جب تک وہاں جانے کا خواہاں ان سڑکوں کو اختیار نہیں کرتا۔ وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہے۔

انسان کی نشوونما کے خدا نے کچھ قوانین مقرر فرمائے ہیں۔ مثلاً انسان کے لئے غذا مقرر کی گئی ہے جس سے جسم کو طاقت ملتی ہے۔ اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کے جسم کو نشوونما حاصل ہو۔ تو ضروری ہے کہ مناسب غذا استعمال کرے لیکن اگر غذا کی بجائے لاکھ روپیہ کا لباس پہن لے تو اس کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ مگر لاکھ روپیہ کی بجائے دو پیسہ کے چنے چبائے۔ تو بھوک دور ہو جائے گی۔ اس طرح اگر مقوی سے مقوی اور اعلیٰ سے اعلیٰ غذائیں کھائے اور خیال کرے کہ ان سے اس کا جسم ڈھنپ جائے گا۔ تو یہ غلطی ہو گی۔ ستر ڈھانپنے کے لئے قیمتی اور اعلیٰ غذا کی ضرورت نہیں۔ اس لئے صرف ۲ گز یا اس سے بھی کم قیمت کا کپڑا ہو تو اس سے ستر ڈھنپ جائے گا۔

اسی طرح عورت روٹی پکاتی ہے اگر وہ روٹی پکانے کی بجائے کوئی اور کام کرتی رہے۔ یا کسی چیز پر کوئی رقم یا اپنا وقت صرف کر دے اور خیال کرے کہ اس کی روٹی پک گئی ہو گی تو یہ اس کی غلطی ہو گی اور ایسی غلطی کرنے والی عورت کوئی نہ ہو گی۔

اسی طرح اگر ایک زمیندار بجائے ہل چلانے کے سارا دن ڈنڈ پیلتا رہے یا ٹوکریاں اٹھا کر ادھر سے ادھر پھینکتا رہے۔ اور سمجھ لے کہ میں نے اتنی محنت کی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ میرا کھیت تیار ہو جائے اور مجھے اناج مل جائے۔ تو اس کا یہ خیال خام ہو گا۔

کھیت میں دانہ اگانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے کھیت میں ہل چلایا جائے اور پھر قاعدہ سے بیج ڈالا جائے اور اس میں مناسب وقت پر پانی دیا جائے تو کھیت تیار ہو گا لیکن اگر پانی کی بجائے اعلیٰ درجہ کی قیمتی شراب کے خم کے خم اس کھیت میں لنڈھا دے تو کبھی اس کا کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

پس ہر ایک کام کے لئے قدرت نے کچھ ذرائع مقرر فرمائے ہیں۔ جب تک انسان ان قواعد پر عمل پیرا نہ ہو اس وقت تک اس کی کوشش کے نتائج بر آمد نہیں ہو سکتے۔ مگر باوجود اس کے لوگ چاہتے ہیں کہ وہ ان ذرائع کو جو کسی کام کے لئے قدرت نے مقرر فرمائے ہیں۔ استعمال کئے بغیر ان کا کام سرانجام پا جائے۔ لیکن ایسے لوگ دیکھ لیں کہ کوئی عورت ایسی نہ ہو گی جو صبح کو اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر بیٹھ جائے اور کہے خدایا میری روٹی پک جائے۔

عورتوں کو ناقصات العقل کہا جاتا ہے۔ یہ ایک پُر حکمت کلمہ ہے اور بڑی صداقت ہے۔ مگر اس کے معنے غلط کئے جاتے ہیں۔ بہر حال عورتوں کو کم عقل کہنے کے باوجود ان میں تو اس قسم کی باتیں نہیں پائی جاتیں مگر مرد جو اپنے آپ کو عقلمند خیال کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کسی کام کی صرف خواہش کرنے سے وہ کام ہو جائے حالانکہ یہ جنتیوں کے متعلق آتا ہے۔ **لھم مایشاؤن** کہ وہ جو خواہش کریں گے۔ ان کو مل جائے گا یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ وہ خواہش ہی منشاء الٰہی کے ماتحت اس چیز کی کریں گے جو ان کو ملنی ہو گی یہ بات دنیا کے متعلق نہیں ہے۔ یہاں تو ہر ایک کام کرنے سے ہی ہوتا ہے چونکہ بسا اوقات لوگوں کی رشتہ داری اور حالات یا عقل کی کمزوری کا نتیجہ بعض آرزوئیں ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ ان کے لئے کام کرنے کے متعلق جو ذرائع ہوتے ہیں۔ ان کو غور سے نہ معلوم کرتے ہیں۔ نہ عمل کر سکتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ محض خواہش سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ جب تک صحیح ذرائع کے ساتھ پوری محنت نہ کی جائے۔ اگر خواہش ہو اور محنت بھی ہو مگر صحیح ذرائع کے ماتحت نہ ہو تو کام نہ صرف ناقص رہتا ہے۔ بلکہ اس کا کچھ بھی مفید نتیجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کام کے کرنے کے لئے یہ باتیں ضروری ہیں کہ اول اس کے کرنے کی سچی خواہش ہو جب تک سچی خواہش نہ ہو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر سچی خواہش تو ہو لیکن اس کے لئے محنت اور کوشش نہ کی جائے۔ تو بھی وہ نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر محنت بھی کی جائے۔ لیکن صحیح اور درست ذرائع کے ماتحت نہ کی جائے۔ تو بھی نہیں ہو سکتا اس لئے خواہش اور کوشش کے ساتھ صحیح ذرائع کے ماتحت کوشش ضروری ہے لیکن کئی لوگ ہیں جو ان باتوں کی پروا نہیں کرتے اور مجھے ایسے آدمیوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔

مثلاً کئی لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ دعا کیجئے۔ ہمیں خدا مل جائے۔ یا ہمارا فلاں کام ہو جائے۔ مگر اس کے بعد وہ بھول جاتے ہیں کہ ہم نے کیا کہا اور ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اور وہ خدا کے ملنے اور کام کے انجام پانے کے متعلق کوئی کوشش نہیں کرتے۔

مشہور ہے ایک بزرگ کے پاس ایک شخص گیا اور درخواست کی میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ بزرگ نے کہا ہم دعا کریں گے اس کے بعد وہ جس سمت سے آیا تھا۔ اس سے دوسری طرف جانے لگا اس بزرگ نے پوچھا کہ تم کدھر جاتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں فوج میں ملازم ہوں چھٹی پر آیا تھا۔ اب جاتا ہوں۔ دو سال وہاں رہوں گا انہوں نے فرمایا پھر میری دعا سے کیا حاصل؟ جبکہ تو وہ طریق اختیار نہیں کرتا۔ جس سے کہ اولاد پیدا ہوتی ہے اسی طرح لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کام ہو جائے۔ مگر وہ کوشش نہیں کرتے۔ ان کی مثال اس عورت کی سی ہے جو روٹی تو پکائے نہیں۔ مگر خواہش کرے کہ پھلکے پک جائیں لیکن میں نے بتایا ہے۔ عورتوں میں ایسا خیال اور ایسی خواہش کرنے والی کوئی عورت نہیں ہوتی۔ مگر تم مرد کہلانے والوں میں کئی ایسے ہیں جو خواہش کرتے ہیں۔ مگر کوشش اور صحیح ذرائع کے ماتحت کوشش نہیں کرتے۔

آج میں جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں کی خواہش ہے کہ اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے۔ یہ ان کی خواہش سچی ہوتی ہے۔ جس وقت وہ اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ اس وقت ان کی آنکھوں میں ایک صداقت کی چمک ہوتی ہے۔ اور ان کے چہرے پر صداقت کے آثار ہوتے ہیں۔ ان کی آواز ان کے ہونٹ غرض ان کے چہرہ کی حالت بتاتی ہے کہ یہ بات ان کے دل سے نکل رہی ہے۔ جب میں ان کی یہ حالت دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ خواہش سچی ہے۔ لیکن اس خواہش کے ساتھ جب میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ کوشش نہیں تو پھر حیران ہوتا ہوں کہ ان کی یہ خواہش کیسے پوری ہو سکتی ہے۔ ساری دنیا کو اسلام قبول کرانے کا کتنا بڑا کام ہے۔ یہ ساری دنیا سے جنگ ہے اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایک ملک کے فتح کرنے کے لئے کتنی طاقت اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس کے لئے کسی قدر کوشش اور محنت کی ضرورت ہے۔

ٹرانسوال کتنی چھوٹی سی ریاست ہے اس کے مقابلہ میں انگریزوں جیسی بڑی طاقت تھی۔ مگر ٹرانسوال والے نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ماتحت رہیں اس لئے وہ مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس چھوٹی سی ریاست کو زیر کرنے کے لئے انگریزوں کو چار سال تک جنگ کرنی پڑی۔ بڑی بڑی

قربانیاں کی گئیں اور اس عرصہ میں فوج پر فوج گئی اور جرنیل پر جرنیل بدلا گیا۔ تب کہیں جا کر انگریزوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور وہ فتح بھی ایسی کہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ان لوگوں کو آزاد کرنا پڑا۔ یہ انگریزوں کا ان پر احسان نہ تھا کہ انہوں نے آزادی دے دی۔ اگر وہ اتنے ہی آزادی دینے کے خواہاں ہوتے تو ہندوستان کو کیوں آزاد نہیں کر دیتے۔ ٹرانسوال کو آزادی دینے کے یہ معنے تھے کہ وہ ایسا نوالہ تھا جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اتر سکتا تھا پس وہ احسان یا رحم دلی نہ تھی۔ بلکہ وہ نتیجہ تھا ناممکن کام پر ہاتھ ڈالنے کا کیونکہ جب کوئی قوم کسی کے ماتحت رہنے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کو کوئی طاقت اپنے ماتحت نہیں رکھ سکتی۔ یہ ایک چھوٹی سی قوم کے مقابلہ کا حال ہے۔

لیکن ہمارا جن سے مقابلہ ہے وہ تم سے کسی بھی میدان میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہتے۔ اور تم ان کے مقابلہ میں مٹھی بھر ہو۔ پھر وہ ایسے نہیں جو یونہی میدان سے ہٹ جائیں کیا تم خیال کرتے ہو کہ عیسائی یونہی تمہاری باتیں مان لیں گے وہ چپہ چپہ نہیں چاول چاول بھر زمین پر تم سے مقابلہ کریں گے۔ وہ اپنے جھوٹے عقائد کو یونہی نہیں چھوڑ دیں گے۔ وہ ان کے لئے جنگ کریں گے اور اس وقت تک کریں گے جب تک کہ ان کی مذہبی جنگ کی طاقت نہ ٹوٹ جائے گی۔ پس عقائد کا بدلنا کوئی آسان کام نہیں اور یہ عیسائیوں ہی پر موقوف نہیں یہی حال دیگر مذاہب کے لوگوں کا ہو گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو۔ ہندو خوشی سے تمہارے ہم عقیدہ ہو جائیں گے۔ اور اپنے آپ کو اس لئے تمہارے سپرد کر دیں گے۔ کہ ہمیں اسلام سکھاؤ۔ وہ اپنے عقیدوں کی حفاظت کے لئے اپنا آخری پیسہ اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک گرا دیں گے۔ تب وہ مسلمان ہوں گے اور یہی حال سکھوں کا چینیوں کا اور جاپانیوں کا ہو گا۔ تمہارے پاس خود بخود کوئی قوم نہیں آئے گی۔ جو کہے کہ ہمیں مسلمان بنا لو۔ ہر ایک سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔

لیکن اگر تم اس کے لئے کوشش نہیں کرتے۔ اور وہ ذرائع اختیار نہیں کرتے۔ جو اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے مقرر ہیں تو تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ دعا ہی سے یہ کام ہو جائے گا۔ حالانکہ دعا کوشش کے بعد ہوتی ہے پہلے خدا تو یہ دیکھتا ہے کہ جو تمہارے پاس تھا وہ خدا کے لئے نکال دیا ہے یا نہیں۔ خواہ وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو اس کے بعد جس قدر سامانوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ مہیا کر دیتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ان کو کچھ دیتا ہے جو پہلے جو کچھ ان کے پاس ہو۔ اس کو خرچ کر دیتے ہیں۔ دیکھو خدا کھیتوں میں بیج ڈالے بغیر غلہ پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ اسی زمیندار کے کھیت میں غلہ پیدا کرتا ہے جو پہلے اپنے گھر کا غلہ نکال کر زمین میں بکھیر دیتا ہے کیا اگر کوئی کہے کہ

زمین میں غلہ بکھیرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا نے جتنا غلہ پیدا کرنا ہے۔ اس میں سے اتنا کم پیدا کر دے۔ جتنا بیج کے لئے ڈالا جاتا تھا۔ اور باقی کا دے دے تو کیا اس کی یہ بات مانی جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ پہلے خرچ کراتا ہے اور پھر اس سے کئی گنا زیادہ واپس کر دیتا ہے یوں تو ایک ایک دانہ جو زمیندار ڈالتا ہے اس کے بدلے سو سو بلکہ اس سے بھی زیادہ دانے دیتا ہے لیکن اگر کوئی دانہ ہی نہ ڈالے تو اس کو سو کی بجائے ایک بھی نہیں دے گا۔ پس خدا تعالیٰ کمی کو پورا کیا کرتا ہے۔ مگر پہلے ان چیزوں کو نکلوا لیتا ہے جو انسان کے پاس ہوتی ہیں۔

میں اس بات کو مانتا ہوں اور سب سے زیادہ مانتا ہوں کہ دعا سے کام ہوتا ہے لیکن قبولیت دعا کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود انسان پہلے محنت کرے اس کے بعد دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کمی کو پورا کر دیا جاتا ہے جب تک یہ نہ ہو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

ہم چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیل جائے اور صداقت پر لوگ جمع ہو جائیں لیکن اگر اس لڑائی کے لئے جن ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم ان کو مہیا نہ کریں۔ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں بہر حال ہمیں وہ ہتھیار اور سامان مہیا کرنے چاہئیں۔ خواہ وہ دشمن کے مقابلہ میں کتنے ہی تھوڑے کیوں نہ ہوں اور اپنی ساری قوت اور طاقت اس کے لئے صرف کر دینی چاہئے۔ جب ہم ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمارے لئے نازل ہو گی۔ اور ہم ہر میدان میں فتح یاب ہوں گے۔

مجھے ایک واقعہ یاد کر کے حیرت کے ساتھ ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔ جب روس نے بخارا پر فوج کشی کی تو امیر بخارا نے علماء و عمائدین کو جمع کیا اور پوچھا اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ روس کی طرف سے یہ یہ شرائط پیش کی گئی ہیں اور یہ مفید ہیں۔ ان سے صلح کر لینی چاہئے۔ کیونکہ روسیوں کی تعداد زیادہ اور ان کے پاس سامان جنگ بہت ہے ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ علماء نے جو آج کل کے مولویوں ہی کی طرح کے ہوں گے۔ اس کی مخالفت کی۔ اور مقابلہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ صلح کا پیغام مسترد کر دیا گیا۔ اور تیاریاں شروع ہو گئیں۔ علماء اور ان کے توابع جمع ہو گئے۔ تلواریں اور نیزے اور بھالے اٹھا لئے اور قرآن کریم کی آیتوں کو بطور منتر پڑھتے ہوئے روسیوں کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے۔ مگر جب ان کے جواب میں روسی فوج نے گولہ باری شروع کی۔ تو علماء سحر۔ سحر۔ جادو ہے۔ جادو ہے۔ کہتے ہوئے پیچھے کو بھاگے۔ اس کے بعد روس نے بخارا کے ساتھ وہی سلوک کیا جو فتح یاب دشمن کیا کرتا ہے۔ یہ کس بات کا نتیجہ تھا۔

اسی کا کہ انہوں نے جنگ کا سامان مہیا کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔
اسی طرح آج بھی اگر کوئی ناداں یہ سمجھے کہ یوں ہی کام ہو جائے گا۔ تو یہ اس کی غلطی ہو گی۔
اس زمانہ کو خدا نے اشاعت ہدایت کا زمانہ قرار دیا ہے اور یہ زمانہ دلائل کا زمانہ ہے۔ تلوار کا نہیں آج جو جہاد ہوتا ہے۔ وہ تقریر اور تحریر سے کیا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو شخص تلوار چلانا نہیں سیکھتا تھا۔ وہ قومی مجرم تھا۔ کیونکہ وہ زمانہ تلوار سے جہاد کرنے کا تھا۔ اور آج جو شخص تقریر اور تحریر میں مشق بہم نہیں پہنچاتا۔ وہ بھی مجرم ہے۔ آج جو شخص اپنی زبان اور اپنے قلم کو تیز نہیں کرتا وہ اس زمانہ کی جنگ کے لئے گویا نہ تلوار کو تیز کرتا ہے نہ اس کو استعمال کرنا سیکھتا ہے۔ اس لئے اگر اس کے دل میں اشاعت اسلام کی خواہش اور تمنا ہے۔ تو یہ سچی تمنا نہیں۔ بلکہ جھوٹی ہے۔ کیونکہ جو شخص دشمن پر فتح پانے کے لئے جاتا ہے۔ وہ نہتا نہیں جایا کرتا۔ بلکہ جس قدر اس سے ممکن ہوتا ہے۔ لڑائی کا سامان لے کر جاتا ہے۔ اسی طرح اس جنگ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ جو اس میں کامیابی حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ وہ ان سامانوں کو مہیا کرے۔ جو اس میں فتح پانے کے لئے ضروری ہیں۔ اور اس کے بعد خدا کی نصرت کا امیدوار رہے۔
قرآن کریم میں مقابلہ کے لئے تیاری نہ کرنے والوں کو منافق قرار دیا گیا ہے کہ **ولو ارادوا الخروج لاعدوا لہ عدۃ** (التوبہ ۴۶) اگر ارادہ کرتے مخالف کے مقابلہ میں نکلنے کا تو یقیناً اس کے لئے پہلے سے کچھ سامان بھی تیار کرتے۔ چونکہ وہ تیاری نہیں کرتے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ ہی نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ صرف ان کی زبانی باتیں ہوتی ہیں۔ جو قوم پہلے سے تیار نہیں ہوتی۔ وہ وقت پر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ یہ زمانہ دلائل اور براہین سے اشاعت اسلام کرنے کا ہے۔ اس لئے اگر ہماری جماعت تقریر کرنے اور لکھنے کی مشق نہیں کرتی۔ تو پھر وہ اشاعت اسلام کے میدان میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔
مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ گو میں نے بار بار مختلف اوقات میں ادھر توجہ دلائی ہے۔ مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ جماعت کے احباب چندہ دینے میں چست ہیں۔ گو کئی لوگ چندے میں بھی سستی کرتے ہیں۔ مگر عموماً چندوں میں سست نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں۔ جماعت کی اس طرف توجہ کم ہے۔ کہ جو قلم چلانا جانتے ہیں یا چلا سکتے ہیں وہ قلم سے کام لیں یا جو تقریر کر سکتے ہیں یا تقریر کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ وہ زبان سے کام لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ عالم جو موقع پر حق نہ کہے۔ شیطان اخرس یعنی گونگا شیطان ہے۔ اول تو شیطان

ہی کیا کم تھا۔ اخرس فرما کر بتایا کہ وہ شیطانوں میں سے بھی ذلیل درجہ کا شیطان ہے' کیونکہ شیطان اپنی شیطانی باتیں تو پھیلاتا ہے۔ مگر وہ حق بیان کرنے کی بھی جرأت نہیں کرتا۔ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کیا زجر ہو سکتی ہے۔ جو ایسے لوگوں کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ جو حق کو بیان کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے خاموش رہیں۔ مگر بہت ہیں جو حق کے کہنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور نہ حق کو بیان کرنے کی قابلیت پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

میں احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس سستی کو چھوڑیں خدا تعالیٰ نے ہر ایک شخص کو زبان دی ہے اس سے وہ حق پھیلانے کا کام لے اور جو لکھنا جانتے ہیں۔ وہ زبان اور قلم سے کام لیں۔ جن کو قلم سے کام لینا نہیں آتا۔ وہ سیکھ سکتے ہیں۔ وہ کون سا کام ہے۔ جو کوشش کے بعد نہیں آ سکتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جو قلم سے کام لے سکتے ہیں۔ وہ بھی نہیں لیتے۔

میں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی تھی اور اب بھی توجہ دلاتا ہوں۔ گو پہلی دفعہ کا تو کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ مگر اب کے امید رکھتا ہوں کہ میرا کہنا رائگاں نہ جائے گا اور ہماری جماعت کے اہل قلم اس طرف توجہ کریں گے۔ میں سلسلہ کے اخبارات باقاعدہ پڑھتا ہوں اور یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی جماعت کے جو اخبار اور رسالے نکلتے ہیں۔ ان میں مضامین لکھنے والے صرف دو تین ہوتے ہیں۔ باقی لوگوں نے مضامین لکھنا صرف ایڈیٹروں کا فرض سمجھ رکھا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس سے آزاد سمجھتے ہیں۔ یہ نہایت ہی افسوسناک بات ہے میں اپنی جماعت کے علماء کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ اور ہماری جماعت کے علماء قادیان ہی میں نہیں باہر بھی ہیں۔ قادیان والے بھی تحریر میں سست ہیں۔ انہیں خصوصیت سے سستی کو دور کرنا چاہیئے۔ پھر علماء سے مراد ظاہری علوم رکھنے والے ہی نہیں۔ بلکہ وہ بھی ہیں جو دینی علماء ہیں۔ اور خشیۃ اللہ رکھتے ہیں۔

میں اُن سب کو مخاطب کر کے کہتا ہوں۔ وہ خاموشی کی عادت چھوڑیں اور قلم سے کام لینے کی مشق کریں۔ ہماری جماعت کے ایسے لوگ جو دین کی اشاعت کا جوش رکھتے ہیں۔ گوجرانوالہ' گجرات' لاہور' امرت سر' سیالکوٹ' راولپنڈی' لدھیانہ' پٹیالہ' شملہ' دہلی' انبالہ غرض کہ ہر جگہ موجود ہیں۔ کوئی ضلع ایسا نہیں جہاں ہماری جماعت کے پڑھے لکھے احباب نہ ہوں عربی دان بھی ہیں اور اگر عربی دان نہ بھی ہوں تو فارسی اردو انگریزی زبانیں جانے والے ہیں ان زبانوں کے ذریعہ وہ خدمت دین کر سکتے ہیں۔ مگر ان کو اس طرف توجہ نہیں۔ اب یا تو اخبارات میں ایڈیٹر مضمون لکھتے ہیں۔ یا وہ چند طالب علم جو اپنا قلم صاف کر رہے ہیں اور مشق کر رہے ہوتے ہیں اور وہ لوگ جن کو

مضمون لکھنے کی مشق ہے۔ یا تھوڑی مشق سے اچھے لکھنے اور بولنے والے ہو سکتے ہیں۔ خاموش ہیں۔

میں نصیحت کرتا ہوں کہ بولنے اور لکھنے کی طرف توجہ کرو۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر شخص جو کچھ لکھے وہ ضرور چھپ جائے۔ کئی لوگ میرے پاس شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے مضمون بھیجا تھا۔ مگر ایڈیٹر نے درج نہیں کیا میں کہتا ہوں۔ ایڈیٹر اسی لئے رکھا جاتا ہے کہ مضمون کو درج کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے اور دیکھے کہ کون سا مضمون درج ہونے کے قابل ہے اور کون سا نہیں۔ یہ اس کا فرض ہے۔ اسے کرنے دو۔ اور اس کی جگہ نہ چھینو۔ اگر ایسا ہو کہ جو کچھ کوئی لکھے وہ ضرور چھپ جائے۔ تو پھر ایڈیٹر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک پوسٹ بکس لگا دیا جاتا۔ جو کچھ کوئی اس میں ڈالتا وہ کاتب نکال کر لکھ دیتا اور اس طرح اخبار تیار ہو کر شائع ہو جاتا۔

پس ضروری نہیں کہ ہر ایک مضمون جو لکھا جائے وہ ضرور اخبار میں درج ہو جائے۔ ایڈیٹر جس کو مناسب سمجھے گا۔ شائع کرے گا۔ لیکن ہر ایک کو چاہئے مضمون نویسی کی مشق ضرور کرے۔ اور کوشش کرے کہ اس کا مضمون اخبار میں درج ہونے کے قابل ہو جب وہ اس قابل ہو گا۔ تو ایڈیٹر کیوں نہ درج کرے گا۔

لیکن مشق کے لئے مضمون کا اخبار میں چھپنا ضروری نہیں بلکہ تم اپنے احباب اور دوستوں کو خطوط لکھ کر لکھنے کی مشق کرو۔ ایڈیٹر اگر تمہارے مضمون کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتا ہے۔ تو تمہارے دوست ایسا نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ شوق سے تمہارے مضامین کو پڑھیں گے۔ لیکن میں کہتا ہوں سب ایسے نہیں کہ ان کے مضامین ناقابل اندراج ہوں بلکہ ہماری جماعت میں سینکڑوں مضمون نویس ہوں گے یا ہو سکتے ہیں۔ کہ جن کے مضامین کو فخر سے ایڈیٹر اپنے اخبار یا رسالہ میں درج کریں گے۔

اسی طرح لیکچروں کے متعلق بولنے کی مشق کی جائے۔ علاوہ لیکچر کے ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ مجالس میں بیٹھ کر مذہبی گفتگو کی جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ وہ لوگ جو اس طرح مجالس میں باتوں باتوں میں دین کی خدمت کر سکتے ہیں۔ وہ بجائے مذہبی باتوں کے عام دنیوی امور کے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر مجالس میں تبلیغ کرنے کی کوشش کریں۔ تو بہت مفید ہو سکتا ہے۔ پس میں جماعت کے تمام اصحاب کو کہتا ہوں کہ جو بول سکتے ہیں وہ بولنے اور جو لکھ سکتے ہیں۔ وہ لکھنے کی طرف زیادہ توجہ کر کے دین کی خدمت میں مشغول ہوں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آج کی نصیحت کارگر ہو گی۔ ہماری جماعت کو تحریر اور تقریر کے میدان میں ترقی کرنے کی نہایت ضرورت ہے۔ ہر ایک احمدی کو قلم اور زبان چلانے کی مشق کرنی چاہئے جو شخص مشق کر کے زبان اور قلم سے دین کی خدمت میں کام لے گا۔ وہ فتح کو قریب لائے گا۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ مفید سامان اشاعت سے کام لے۔ تاکہ خدا کی عظمت و جلال ظاہر ہو۔ اور دین حق کی صداقت روشن ہو اور باطل پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے۔ اللھم آمین

(الفضل ۲۵ جنوری ۱۹۲۴ء)